B.A. part - III
paper - V
page - I
section - prose
Date - 26.08.2020

Topic - Ghazal Se Motaallique Hali Ke Kheyalat

غزل کے متعلق حالی کے خیالات
مقدمہ شعر وشاعری کی روشنی میں -

مقدمہ شعر وشاعری حالی کی مشہور و معروف تصنیف ہے۔ اور اردو تنقید کی پہلی باضابطہ کتاب بھی۔ مقدمہ شعر وشاعری میں مختلف اصناف سخن پر تفصیلی بحث پیش کی گئی ہے۔ حالی کے مطابق صنف غزل میں کوئی خاص مضمون مسلسل مضمون باندھا جا سکتا ہے بلکہ جدا جدا خیالات۔ الگ الگ بیتوں میں ادا کئے جاتے ہیں۔ اس صنف کا رواج اول ایران میں ہوا اور پھر ہندوستان میں بھی رائج ہوا۔ اگرچہ غزل کی وضع عشقیہ مضامین کے لئے ہوئی تھی مگر غزل مدت کے بعد وہ اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہی۔ بعض شعراء نے غزل میں عشقیہ مضامین کے ساتھ تصوف اور اخلاقی، مواعظ کو بھی شامل کر لیا ہے۔

غزل کو جن لوگوں نے چمکایا اور مقبول عام بنایا۔ یہ وہ لوگ تھے جو اہل اللہ اور صاحب باطن یا کم از کم عشق الٰہی کا راگ الاپنے والے سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے سعدی، رومی، خسرو، حافظ، عراقی، جامی وغیرہ۔ ان لوگوں کا بھی غزل کا موضوع جیسا کہ کلام سے الفاظ سے مفہوم واضح ہوتا ہے، عشق مجازی نہ تھا۔ بلکہ وہ عشق و محبت کے رنگ میں شرابور تھے۔ ان کے کلام میں روحانیت کی چاشنی تھی۔ ان کی غزل سے دنیا کی بے ثباتی اور بے اعتباری کا سماں آنکھوں میں چھا جاتا ہے۔ وہ خود حال کا ذکر اس طرح کرتے تھے جیسے شاہد ہستی کا شیر غیب انہیں دنیا کی ہستی سے نفرت ہوتی ہے۔ وہ شراب کی بدمستی کو دنیادار مکاروں کی ہوشیاری سے بہتر بتاتے ہیں۔ ان کا کوئی کلام اثر سے خالی نہیں کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے ان کے دل کی آواز ہے۔

غزل کی اصلاح کے لئے امور ذیل کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ غزل کے لئے لازم ہے کہ اس کی بنیاد عشقیہ مضامین پر رکھی جائے اور حق یہ ہے کہ اگر غزل میں عشق و محبت کی چاشنی نہ ہو تو اس کا سرسبز اور مقبول ہونا مشکل ہے۔ لیکن اصل اور نقل میں آسمان اور زمین کا فرق ہے۔ جو کیفیت عشق میں ہے۔ وہ تخلیق میں ہرگز نہیں پیدا ہو سکتی۔ جو غزلیں محض تقلیداً عاشقانہ لکھی گئی ہیں۔ ان میں اتنا ہی اثر ہوتا ہے جتنا ایک بھانڈ کی نقل میں۔ اثر قائل اور سامعین کی کیفیت پر منحصر ہے۔ اگر قائل کے دل میں فی الوقت کوئی کیفیت موجود ہے تو اس کا بیان ضرور موثر ہوگا۔

پس غزل میں جو عشقیہ مضامین باندھے جائیں وہ ایسے جامع الفاظ میں ادا کئے جائیں جو دوستی اور محبت کی تمام انواع و اقسام اور تمام جسمانی اور روحانی تعلقات پر حاوی ہوں اور کوئی لفظ ایسا نہ ہو جس سے کلام کا مطلب محدود یا مخصوص ہوتا پایا جائے۔ مرد کا مرد کو مطلوب قرار دینا جو ایران اور ہندوستان کی شاعری کا مزاج ہے یہ محض ایک غلط فہمی اور قومی محبت کے خیال پر مبنی ہے نہ کہ حقائق و واقعات پر۔ لیکن یہ بھی ایک ایسا قبیح اور نالائق دستور ہے جو قومی اخلاق کو داغ لگاتا ہے۔ لہذا اس کو ترک کر دینا چاہیے۔

جس طرح ہمارے غزل کے مضامین محدود ہیں، اسی طرح اس کی زبان بھی ایک خاص دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتی۔ غزل میں ایک لفظ بھی غیر مانوس ہو تو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ اسی واسطے جن بزرگوں نے غزل کی بنیاد تصوف اور اخلاق پر رکھی ہے انکو بھی وہی زبان اختیار کرنی پڑی۔ جو غزل میں عموماً برتی جاتی ہے۔ عشقیہ مضامین میں جو الفاظ حقیقی معنوں میں اطلاق کئے جاتے ہیں ان ہی الفاظ کو ان بزرگوں نے مجاز اور استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے، اور رمز و کنایہ میں اپنے اعلیٰ اور پاکیزہ خیالات ظاہر کئے ہیں۔

استعارہ بلاغت کا ایک رکن اعظم ہے، کنایہ، تمثیل بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ سب چیزیں شعر میں جان ڈالنے والی ہیں۔ جہاں اہل زبان کا قافیہ تنگ ہو جاتا ہے، وہاں شاعر انہی کی مدد سے اپنے دل کے جذبات اور دقیق خیالات عمدگی کے ساتھ ادا کر جاتا ہے۔

روزمرہ کی پابندی تمام اصناف سخن میں عموماً اور غزل میں خصوصاً جہاں تک ہو سکے نہایت ضروری چیز ہے، اور محاورہ بھی بشرطیکہ سلیقے سے باندھا جائے شعر کا زیور ہے۔ صنائع بدائع کی پابندی دلی کے شعراء میں کم پائی جاتی ہے، البتہ لکھنؤ کے شعراء نے اس کا سخت پابندی سے التزام کیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔